سندباد

از ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب چغتائی ڈی لٹ پیرس

"یہ مختصر سا مقالہ میں نے بزمانۂ قیام یورپ ۱۹۳۲ء میں ایک فاضل ترکی دوست کی فرمایش پر لکھا تھا لیکن اُس وقت سے اب تک یونہی میرے مسودات میں پڑا رہا اب برہان میں شائع کرا رہا ہوں شاید ارباب علم اسے دلچسپی سے پڑھیں"

عبداللہ چغتائی

سندباد صاحبِ برہان قاطع کے بیان کے مطابق ایک کتاب کا نام ہے[1] جو حکمت میں ہے اور ابوبکر ازرقی نے اسے نظم کیا ہے جو ابوالفوارس طغانشاہ بن الپ ارسلان محمد بن جغری بیگ سلجوقی کا مداح تھا لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ "سندباد" دراصل گشتاسپ بن لہراسپ کے لڑکے کا نام ہے جو اسفندیار کا بھائی اور قدیم ملوک فرس میں سے تھا۔ اور بقول یاقوت حموی۔ قدیم قلعہ باب الآن کا بانی تھا[2]۔ حکمت و دانش میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ اس نے حکمت و نصیحت اور عقلیات میں ایک کتاب بھی تالیف کی تھی جو غالباً اس کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ہی "سندباد نامہ" کہلائی۔ شیخ سعدی بوستاں میں لکھتے ہیں ؎

---

[1] ملاحظہ ہو" برہان قاطع و فرہنگ انجمن آرائے ناصری و مصنف قلزم دکا دہ پریس مطبع ص ۱۳

[2] معجم البلدان مطبوعہ یورپ ج ۱ ص ۳۱۵

چہ خوب آمد ایں نکتہ در سندباد — کہ عشق آتش ست اے پسر پندباد

بعض لوگوں کے نزدیک سندباد کے معنی یا حقیقت واضح نہیں ہے انھوں نے اسے "سندباد" پڑھا ہے حکیم ازرقی نے ایک قطعہ میں یوں لکھا ہے[۱] ؎

زاں پیشتر کہ چشم کشانم زخواب خویش — درخانہ گردم بہ قضائے بام داد
از کیسہ ورع شمارم بہ پیش او — گفتار شاہنامہ امثال سندبادم

بعضوں نے سندباد کو بروزن بغداد لکھا ہے اور دال کو حذف کر دیا ہے۔ یہ ایک مجوسی کا نام تھا جو نیشاپوری الاصل اور مذہبی فرق کے باوجود ابومسلم مروزی کے ساتھ گہری دوستی رکھتا تھا۔ بعضوں کے نزدیک "سنباد" کے لغوی معنی پتھر کے ہیں جس پر شمشیر وغیرہ تیز کرتے ہیں جس کا "سنباج" معرب ہے۔ مگر کتاب سندباد قصص وحکایات ایران وہند پر مشتمل ہے۔ اسلام سے قبل تالیف ہوئی۔ مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذہب میں "باب اخبار ہند وملوک قدیمہ" کے تحت یوں بیان کیا ہے۔

"ثم ملک بعدہ کوش فاحدث ہندارا فی الدیانات علی حسب ما رای من صلاح الوقت وما یحمل من التکلیف اہل العصر وخرج من مذہب سلف وکان ملکتہ وعصرہ سندباذ ولہ کتاب الوزراء السبعۃ والمعلم والغلام وامرأۃ الملک وہند (ہو) الکتاب المترجم بکتاب السندباد"[۲]

ابن ندیم (متوفی ۳۸۵ھ) نے اپنی تالیف کتاب الفہرست میں "اخبار السامرین والمخرفین واسماء الکتب المصنفۃ فی الاسمار والخرافات" کے تحت بیان کیا ہے کہ کتاب کلیلہ ودمنہ کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ کتاب دراصل ہند میں تصنیف ہوئی جیسا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے

---

[۱] دیوان ازرقی مخطوطہ ایڈیشن موزیم۔ [۲] ملاحظہ ہو۔ مروج الذہب از مسعودی۔

اور اسے شاہانِ اسکانیہ نے تالیف کرایا تھا پھر فارس کو بطور تحفہ دیدیا۔ یا فارس میں تالیف ہوئی اور ہند کو بطور تحفہ دی گئی۔ ایک گروہ تو یہاں تک کہتا ہے کہ حکیم بزرجمہر نے اس کو تالیف کیا تھا واللہ اعلم۔[1]

بہرحال اصل کتاب یا تالیف "سندبادنامہ" حکمارِ ہند کی تصنیف ہو یا ایران والوں کی لیکن اس کے قدیم نسخہ کا پتہ ملتا ہے جسے الملک الرضا امیر نوح بن منصور بن نصر بن احمد بن اسمٰعیل سامانی (۳۶۶ - ۳۸۷ھ) کے حکم سے خواجہ عبد الفوارس قناوزی نے زبانِ پہلوی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔[2] لیوعربی نظم میں آبان ابن عبدالحمید الاحقی الرقاشی نے ابتدائی دورِ خلفائے عباسیہ میں پہلوی سے ترجمہ کیا۔[3] قناوزی کے فارسی ترجمہ کا ثبوت برٹش موزیم کے ایک مخطوطہ سے بھی ملتا ہے جس کا اول صفحہ نہیں ہے اور اس کے دوسرے باب میں جہاں مصنف کا نام لقب وغیرہ درج ہیں یوں مذکور ہے :-

"میگوید مقرر این کلمات و محرر این مقامات الصدر الاجل الروحہ ملک الادبا والکتاب بہار الدین سعد الاسلام صاحب نظم و نثر معجز البیانین مفخر اللسانین بحر الفصاحت والبلاغت مقبل زبان و علامہ جہاں فرید الدھر و حید العصر محمد بن علی بن محمد بن عمر الظہیر الکاتب السمرقندی . . . . . "[4]

اس نے بیان کیا ہے کہ "سندباد" پہلے قدیم فارسی یعنی پہلوی میں تالیف ہوئی حتیٰ کہ اسے ابوالفوارس قناوزی نے نصیر الدین ابو عمید نوح بن منصور سامانی کے حکم سے فصیح فارسی میں ۳۳۹ھ میں ترجمہ کیا جو تاریخ مندرجہ کے اعتبار سے غلط ہے کیونکہ نوح بن منصور نے

---

[1] ابن ندیم۔ کتاب الفہرست (مطبوعہ مصر) ص ۴۲۳ - ۴۲۴ - ومطبوعہ یورپ ص ۳۰۴ و ۳۰۵ -
[2] حواشی چہار مقالہ از علامہ قزوینی مطبوعہ یورپ ص ۱۷۵ — [3] عربی ادب از بروکلمین مطبوعہ برلن ۱۹۰۹ء ص ۹۷ - ۹۶ - [4] برٹش موزیم فہرست ۲۵۵ ص ۷۴۸

۳۶۶ھ سے ۳۸۷ھ تک سلطنت کی۔ کاتب کو تاریخ درج کرنے میں سہو ہوگیا ہے اس کی ادبی حیثیت کے متعلق بیان کرتا ہے کہ سادہ اور غیر مکلف زبان میں ہے۔

عوفی نے اپنی تالیف "لباب الالباب" میں دقائقی المروزی کے تذکرہ میں درج کیا ہے کہ:۔

"سندبادرا لباس عبارت پوشا نیده است" [1]

بہاء الدین محمد بن علی الظہیر الکاتب السمرقندی کافی عرصہ تک سلطان طمغاج خاں ابراہیم کا دیوان انشار رہا اس نے ترجمہ قناوزی کی اصلاح و تہذیب کرکے اسکو ابیات و امثال زبان عربی سے مزین کیا۔ اس بات کو امین رازی نے بھی ہفت اقلیم میں تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ بہاء الدین محمد بن علی نے تین یادگاریں چھوڑیں [2] مثلاً۔

(۱) سندباد نامہ۔ (۲) اغراض السیاست۔ (۳) سمع الظہیر فی جمع الظہیر۔ [3]

دوسری تصنیف کو قلیج طمغاج خاں کے نام معنون کیا گیا ہے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب بعد وفات سنجر (۵۵۲ھ) مکمل ہوئی۔ قلیج طمغاج خاں کے متعلق محض اس قدر معلوم ہے کہ یہ چھٹی صدی ہجری میں ترکستان میں حکمراں تھا جسے ابن اثیر نے ۵۶۴ھ کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ رضی الدین نیشاپوری متوفی ۵۹۸ھ اس کے عہد کا بہت بڑا شاعر ہوا ہے۔ زیر بحث مخطوطۂ برٹش موزیم اس کی تعریف میں یوں گویا ہے۔

"رکن الدین والدنیا غیاث الاسلام والمسلمین فی العالمین قتلغ ایلکان طمغاج خاں بن قلیج قراخاں۔ ۔ ۔ ۔ "

اس کو عظیم الشان بادشاہ بیان کیا گیا ہے اس نے اپنے دشمنوں کو ۵۶۰ھ کے حدود میں توران میں ...

---

[1] عوفی لباب الالباب ج ۱ ص ۹۱۔ [2] ہفت اقلیم نسخہ برٹش موزیم لندن ورق ۵۵۹۔
[3] کشف الظنون مطبوعہ یورپ صفحہ ۳۶۵ [4] کشف الظنون ۶۱۹

شکست دی تھی اور اپنی سلطنت کو وسعت دی اور انصاف بحال کیا۔

متذکرہ بالا بیان کو مدنظر رکھ کر علامہ قزوینی شرح چہار مقالہ میں فرماتے ہیں کہ سندباد کا نسخہ برٹش موزیم جو بہاء الدین ظہیری سمرقندی کی طرف منسوب ہے عوفی کی تغلیط کرتا ہے۔ البتہ ہاں یہ ممکن ہے کہ اس کے دو نسخے ہوں ایک مروزی اور دوسرا بہاء الدین ظہیری سمرقندی کی طرف منسوب ہونے والا لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ ظہیری اور مروزی ہمعصر ہیں اس لئے دونوں ایک ہی کتاب کی اصلاح و تہذیب اپنے ذمہ لے لیں ذرا قابلِ غور معلوم ہوتا ہے۔ اول الذکر قلیج طغماج خاں کا صاحب دیوان تھا۔ جبکہ سندباد نامہ سے ظہیر سمرقندی کا تعلق معلوم ہوتا ہے اور پھر عوفی خود بھی مروزی اور ظہیری کا ہمعصر ہے اور مروزی سے اپنی ملاقات بیان کرتا ہے۔ تاہم معلوم ہوتا ہے کہ عوفی کو سہو ہوگیا ہے[1]۔ دراصل سندباد نامہ کی اصلاح و تہذیب دو نسخوں کی نہیں ہے بلکہ ایک ہی نسخہ کی ہے اور وہ بہاء الدین ظہیری سمرقندی کی طرف منسوب ہے۔ حاجی خلیفہ صاحب کشف الظنون بھی عوفی کے اس قول میں متردد معلوم ہوتا ہے[2]۔

غرضکہ متذکرہ بالا بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوالفوارس قناوزی نے سندباد کو قدیم پہلوی زبان سے نوح بن منصور سامانی کے حکم سے فارسی میں ترجمہ کیا اور بعد میں بہاء الدین الظہیری السمرقندی نے اس کی اصلاح و تہذیب کی پھر حکیم ازرقی نے اسے نظم کیا۔ اس کے قصیدہ کا وہ حصہ جو عضد الدولہ ابوبکر طغان شاہ کی مدح میں ہے ملاحظہ ہو[3]

شہریارا بندہ اندر مدحت فرمان تو ۔۔۔ گر تواند کرد بنماید ز معنی ساحری

ہر کہ بیند شہریارا پندہائے سندباد ۔۔۔ نیک داند کاندر و دشوار باشد شاعری

---

[1] حواشی چہار مقالہ ص ۱۷۷ و ۱۷۱ و ۱۸۹۔ [2] کشف الظنون ص ۳۴
[3] دیوان ازرقی نسخہ برٹش موزیم 3713، ۵۳ ورق ص ۲۵۹/ب

من معانیہائے اورا یا ورد دانش کنم   گر کند بخت تو نشاط خاطرم را یاوری

اگر فی الواقع ازرقی کا یہ نسخہ نظم وجود میں آیا تھا تو کم سے کم آج نا پید ضرور ہے انڈیا آفس میں ایک نسخہ بنام " سندباد " موجود ہے[1] جو ۷۷۶ھ میں نظم ہوا جس کا ناظم یعنی مصنف کوئی نامعلوم شخص ہے۔ علامہ قزوینی کا قول ہے کہ یہ نسخہ عیوب سے پُر ہے۔

اس مختصر مضمون سے صرف " سندباد " کی تاریخی، ادبی، اور ثقافتی حیثیت حقیقت پر روشنی ڈالنا مقصود ہے نہ کہ نفسِ کتاب کی تفصیل۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (ص ۴۳۵) میں اسے سندباد نامہ کے زیرِ عنوان درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ ایک مجموعۂ قصص ہے جن کا عام مفہوم یہ ہے۔

ایک بادشاہ اپنے لڑکے کی تعلیم کو ایک فاضل " سندباد " کے سپرد کرتا ہے وہ اتالیق اس لڑکے کو سات یوم خاموشی اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ ملکہ اس لڑکے کو اس عرصہ میں تہمت لگاتی ہے اور بادشاہ اس کو جان سے مارنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ اس بادشاہ کے سات وزیر ہیں ان میں سے ہر ایک ایک یا دو قصے سنا کر اس لڑکے کے قتل کو ملتوی کرا دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اب آٹھویں روز لڑکا اپنی خاموشی چھوڑ کر گفتگو شروع کرتا ہے تو بے گناہ ثابت ہو جاتا ہے۔

بہرحال یہ کتاب مسلمانوں کا ایک اثرِ ادبی ہے اور اس سے ان کے ذوقِ قصہ گوئی پر روشنی پڑتی ہے۔

---

[1] از اتھے مولف فہرست مخطوطات انڈیا آفس ع ۱۲۳۶